بلکہ یہ باہمی محبت کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اگر منگنی لڑکے نے توڑی ہو تو اپنے دیے ہوئے تحفوں کو واپس مانگنا اخلاقاً معیوب ہے۔ لیکن اگر منگنی لڑکی والوں کی جانب سے توڑی گئی ہو تو لڑکا اپنے تحفوں کو واپس مانگ سکتا ہے۔

۴۔ فخر و نمایش کے لیے بڑی برات کا اہتمام کرنا خلاف سنت ہے۔ بعض علاقوں میں برات کو کھانا کھلانے کے لیے لڑکے والوں سے رقم طلب کی جاتی ہے۔ فقہا نے اسے رشوت سے تشبیہ دی ہے جسے واپس دینا لازم ہے۔ بعض علاقوں میں لڑکی کا سرپرست اپنے لیے بھاری رقم طلب کرتا ہے۔ یہ تو آزاد عورت کو بیچنے کے مترادف ہے اور ممنوع ہے۔ بعض علاقوں میں لڑکی والوں پر یہ شرط عائد کی جاتی ہے کہ برات کو فلاں قسم کا کھانا لازماً کھلایا جائے گا۔ یہ بھی غیر اسلامی اور غیر ضروری رسم ہے جس کی وجہ سے لڑکی والوں کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لڑکیوں کی شادیاں کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس رسم کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ البتہ اگر لڑکی والے' اپنی حیثیت اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنی مرضی سے ' بغیر کسی سابقہ شرط کے ' برات کی خاطر تواضع کریں اور مہمانوں کی حیثیت سے ان کی ضیافت کریں ' تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ مہمانوں کی ضیافت ایک مسنون طریقہ ہے۔ لیکن آج کل یہ رسم ضیافتِ مسنونہ کی بجائے شادی کی لازمی رسوم میں شامل ہوگئی ہے۔ اور بے جا اور غیر ضروری پابندی ہے۔

حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی انتہائی سادہ طریقے پر ہوئی تھی۔ انس بن مالک ؓ کے ذریعے ابوبکر ؓ، عمر ؓ، عثمان ؓ، طلحہ ؓ اور انصار کی ایک جماعت کو بلایا گیا' رسول اللہ ؐ نے خود خطبہ مسنونہ پڑھ کر نکاح کر دیا۔ نکاح کے بعد رسول اللہ ؐ نے حاضرین میں کھجوریں تقسیم کیں ' اور حضرت ام ایمن ؓ کے ہمراہ فاطمہ ؓ کو حضرت علی ؓ کے گھر بھیج دیا۔ (تاریخ الخمیس)

۵۔ شادی کے موقع پر طوائفوں کا گانا بجانا' ڈھول' طبلہ' بانسری' سارنگی اور باجہ وغیرہ بجانا سب ممنوع ہیں۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے مجھے ان باجوں (مزامیر شیطانیہ) اور بت پرستی کو مٹانے کے لیے بھیجا ہے (مسند احمد)۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ رنڈیوں (مغنیات) کی خرید و فروخت' ان کو گانے بجانے کی تعلیم دینا اور اس کاروبار کی کمائی حلال نہیں ہے (مشکوٰۃ)۔

مردوں کی محفل میں طوائفوں کا ناچنا اور گانا بجانا تو ظاہر ہے کہ آنکھوں اور کانوں کا زنا ہے اور حرام ہے۔ لیکن عورتوں کی مخصوص محفل میں بھی ڈومنیوں اور میراثنوں کا ناچنا ممنوع ہے۔ البتہ اگر عورتوں کی مخصوص محفل میں' ڈھول باجے اور ناچنے کے بغیر' کوئی بامقصد گانا گایا جائے اور ساتھ دف بجایا جائے' یا دلہن کا استقبال کرنے کے لیے کوئی خیر مقدمی نظم پڑھی جائے' تو اس کا ثبوت احادیث

میں موجود ہے (مسند احمد)۔ اسلام جائز اور بامقصد تفریح کی اجازت دیتا ہے' اور خوشی کے موقع پر اپنے جذبات کا اظہار کرنا کوئی بُری بات نہیں ہے۔

۶۔ جہیز دینا نہ لازم ہے اور نہ ممنوع ہے۔ لیکن آج کل اس کو بھی شادی کی ضروری شرائط میں شامل کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ناقابل برداشت پریشانیاں معاشرے میں پھیل گئی ہیں۔ ان اعظم النکاح برکۃ الیسرہ مئونۃ 'سب سے زیادہ برکت اس شادی میں ہوتی ہے جس میں بوجھ کم سے کم اٹھانا پڑے۔ (مسند احمد عن عائشہ ؓ)

البتہ لڑکی کا وارث اور سرپرست اگر اپنی خوشی سے اپنی استطاعت کے مطابق بچی کو اس کی ضرورت کی چیزیں دینا چاہے تو یہ ممنوع بھی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی اولاد کے ساتھ احسان کرنا ہے جو مستحسن ہے۔ مگر یہ شادی کے لوازمات و شرائط میں شامل نہیں ہے۔

رسول اللہ ؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ ؓ کو مختصر سا جہیز دیا تھا' جو یہ تھا (۱) دو عدد یمنی چادریں (۲) دو عدد توشک (۳) ۴ عدد گدے (۴) دو عدد چاندی کے بازوبند (۵) ایک گھڑا (۶) ایک کملی (۷) ایک تکیہ (۸) ایک پیالہ (۹) ایک چکی (۱۰) ایک مشکیزہ (۱۱) اور بعض روایتوں کے مطابق ایک پلنگ۔ (تاریخ خمیس)

اپنی حیثیت کے مطابق لڑکی کا وارث جو چاہے دے سکتا ہے' لیکن آج کل جہیز کی نمایش اور فخرو مباہات کے لیے بڑا جہیز دینا ایک لازمی شرط بن گئی ہے۔ جس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے تاکہ نکاح آسان سے آسان تر ہو جائے اور لڑکیاں جہیز فراہم ہونے کے انتظار میں بیٹھی نہ رہیں۔

۷۔ مہر عورت کا حق ہے۔ اس کی کم سے کم مقدار ۱۰ درہم ہے اور زیادہ سے زیادہ مقدار کی شرعاً کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اگر قنطار یعنی بہت سا مال بھی اپنی خوشی سے مقرر کر لیا ہو تو اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ (سورۃ النساء ۴: ۲۰) اپنی حیثیت کے مطابق جو چاہے اور جتنا چاہے مقرر کر سکتا ہے۔ لیکن فخرو مباہات کے لیے اور شرافت و کرامت کا ذریعہ سمجھ کر نمایش کے لیے زیادہ سے زیادہ مہر مقرر کرنا خلاف سنت ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا ہے: خبردار عورتوں کا مہر نہ بڑھاؤ (یعنی حیثیت سے زیادہ نہ بڑھاؤ)۔ اگر یہ دنیا میں عزت و کرامت کی چیز ہوتی اور آخرت میں تقویٰ کی چیز ہوتی' تو اللہ کے نبی ؐ اس کے زیادہ مستحق ہوتے حالانکہ رسول اللہ ؐ نے اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا مہر بھی بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں کیا۔ دوسری روایت میں ساڑھے بارہ اوقیہ آیا ہے (یعنی کل ۵۰۰ درہم۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی بنتا ہے) (ابو داؤد)

حضرت فاطمہ ؓ کا مہر ۴ سو مثقال چاندی مقرر ہوا تھا (ایک مثقال ۴ ماشہ ۴ رتی چاندی ہوتا ہے)

حضرت ام حبیبہؓ (زوجہ رسولؐ) کا مہر اگرچہ ۴ سو دینار سونا (۴ ہزار درہم) مقرر ہوا تھا لیکن یہ شاہ حبشہ نجاشی نے اپنے ذمے لیا تھا۔ (سیرت ابن ہشام)

۸۔ مہندی اور مائیاں بٹھانے کی رسم تو ایک فضول رسم ہے، لیکن لڑکی کو دلہن بنانا اور شوہر کے گھر بھیجنے کے لیے تیار کرنا، اچھے کپڑے پہنانا، حسب توفیق زیور پہنانا، اور خوبصورتی کے لیے مہندی وغیرہ لگانا، اچھی چیزیں ہیں اور صحابیات سے ثابت بھی ہیں۔

۹۔ شادی کے موقع پر ادل بدل کے طور پر مروجہ طریقے پر تحفوں کا تبادلہ کرنا غیر ضروری رسم ہے جس کا انسداد ہونا چاہیے۔ البتہ دلہن کے لیے شوہر کے گھر آنے کے بعد پڑوسیوں یا رشتہ داروں کی طرف سے تحفے بھیجنا احادیث سے ثابت ہے۔

۱۰۔ ولیمہ مسنون ہے۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلاتکلف اور بلاتفاخر سادہ طریقے پر جس قدر میسر ہو اپنے دوستوں کو کھلا دے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے: مقابلے اور نمائش کے لیے دیا ہوا ولیمہ بدترین ولیمہ ہے۔ (گوہر رحمان)

شوہر جب بیوی کو خرچہ نہ دیتا ہو تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے

لڑکی، جس کا نکاح تقریباً ۶ سال پہلے زید سے ہوا تھا، ۲ سال پہلے اپنی والدہ کے ہمراہ کراچی آگئی تھی۔ اس ۲ سال میں اس کے شوہر نے کوئی خط نہیں بھیجا ہے۔ بہت سے خطوط زید کے نام بھیجے گئے لیکن تاحال کوئی جواب نہیں آیا۔ اب اس سے رابطہ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، نہ رابطے کی کوئی امید، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اب وہاں پر ہے یا نہیں۔ لڑکی کی والدہ کا کہنا ہے کہ ہم جب پاکستان آرہے تھے تو اسے ساتھ چلنے کو کہا، مگر اس نے کہا کہ تم لوگ جاتے ہو تو چلے جاؤ ہم یہیں رہیں گے۔ اب وہ نہ طلاق نامہ بھیجتا ہے اور نہ خرچہ بھیجتا ہے۔ والدہ چاہتی ہے کہ اپنی بیٹی کا کسی سے نکاح کرا دے کیا ان حالات میں لڑکی نکاح ثانی کر سکتی ہے؟

زید مفقود الخبر کی قانونی تعریف میں تو نہیں آتا۔ فقہا نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ اس کی جائے رہائش بھی معلوم نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے یا قیام و سکونت کی جگہ معلوم ہو مگر موت و حیات کا پتہ نہ ہو۔ لڑکی کو یہ علم ہے کہ زید ڈھاکے میں رہتا ہے اور وہ دو سال پہلے اسے زندہ چھوڑ کر آئی تھی اس لیے ظاہر یہی ہے کہ وہ زندہ ہوگا اور ریڈ کراس کے ذریعے یا حکومت پاکستان کے سفارت خانے کے ذریعے یہ معلوم بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ زحمت اٹھانی پڑے گی۔

درمختار میں مفقود الخبر کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: "مفقود لغت میں معدوم کو کہتے ہیں۔

شرعاً اس سے مراد وہ غائب شخص ہے جس کا حال معلوم نہ ہو کہ آیا زندہ ہے 'جس کے آنے کی امید نہ ہو یا مر کر سپرد لحد ہو گیا ہے"۔

ابن عابدین لکھتے ہیں: "میں کہتا ہوں کہ بظاہر مکان سکونت کا علم اس کی موت و حیات کے علم کو مستلزم ہے۔اور اس کا عدم علم 'موت و حیات کے عدم علم کو مستلزم ہے۔۔لیکن اگر اس کی جائے قیام تو دار الحرب میں معلوم ہو 'مگر اس کے حالات معلوم نہ ہوں کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے 'تو بے شک یہ بھی مفقود الخبر ہے"۔

زوجہ "مفقود الخبر" کے بارے میں مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ چار سال کے بعد یا' بعض صورتوں میں ایک سال کے بعد 'اس کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔لیکن یہ مدت اس وقت سے شروع ہو گی جس وقت زوجہ مفقود کی درخواست پر قاضی مجاز نے فسخ نکاح کے لیے یہ مدت مقرر کی ہو۔اس مدت کے بعد عدت گزار کر وہ نکاح ثانی کر سکے گی۔علماے دیوبند "نے مالکیہ کے مسلک پر فتویٰ دے دیا ہے۔اس فتوے اور مالکیہ کے مسلک کی تفصیلات کے لیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی "نے "الحیلة الناجزہ للحیلة العاجزہ" کے نام سے مستقل رسالہ لکھا ہے 'جس پر تقریباً تمام اکابر علماے دیوبند کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔

لیکن زید کے مفقود الخبر ہونے پر میں مطمئن نہیں ہوں اس لیے اس لڑکی پر مفقود الخبر کی زوجہ کے احکام کا اطلاق کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔البتہ فسخ نکاح کی ایک دوسری صورت بھی ہے۔

لڑکی اگر ڈھاکے سے اپنے شوہر کی اجازت اور رضامندی سے کراچی آئی تھی 'جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے 'تو پھر اس کے اخراجات اور حقوق زوجیت شوہر پر واجب ہیں۔اخراجات کی وصولی چونکہ بظاہر ناممکن ہے اس لیے مالکیہ اور حنابلہ کے مسلک کے مطابق وہ فسخ نکاح کی مستحق ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے مسلک کے مطابق 'مسلمان جج 'جو شرعی احکام پر فیصلہ کرتا ہو 'یا بصورت دیگر دیانت دار اور عادل مسلمان علما کی ایک مجلس (پنچایت) 'عورت کی درخواست پر نکاح فسخ کر سکتی ہے اور وہ فسخ نکاح کے فیصلے کے بعد عدت گزار کر نکاح ثانی کر سکتی ہے۔علماے دیوبند "نے شدید ضرورت کے وقت اس مسلک پر فتویٰ دے دیا ہے 'اور بوقت ضرورت ایک فقہی مسلک سے دوسرے فقہی مسلک کی طرف رجوع کرنا ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر میں اور علامہ شامی نے بھی جائز قرار دیا ہے۔

اس لیے لڑکی عدالت میں یا علما کی پنچایت میں 'جس کے ارکان کم از کم تین ہونے چاہییں 'حقوق زوجیت کی عدم ادائیگی کی بنا پر فسخ نکاح کی درخواست دائر کرے 'اور عدالت یا پنچایت ضروری تحقیق کے بعد فسخ نکاح کا فیصلہ دے دے۔فیصلے کے بعد عدت گزر جائے تو جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔